ترجمہ وتسہیل: حضرت مولانا عبدالحمید سواتی
ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

افادات حکیم الامۃ امام ولی اللہ دہلویؒ

شریعت اسلامیہ کے مقاصد

امام ولی اللہؒ اپنی مایہ ناز کتاب "بدور بازغہ" (اس کتاب میں امام ولی اللہؒ نے اسلام کا طبعی اور تشریعی فلسفہ اور نظام خلافت کبریٰ اور حقیقت ملل و شرائع اختصار کے ساتھ اور ایسے حکیمانہ اسلوب سے بیان کی ہے۔ کہ اسلامی لٹریچر میں اسکی مثال ملنا مشکل ہوگی۔) میں فرماتے ہیں کہ جو شخص پوری گہرائی اور بصیرت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اور اسکی حقیقت کو واضح طریق پہ کھولنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسکو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "ملت حنیفیہ" کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ تاکہ ملت حنیفیہ میں جو کجی واقع ہوئی ہے، اسکو سیدھا کردیں۔ اور اس میں جو تحریف ہوئی ہے، اسکی اصلاح کردیں۔ اور ملت حنیفیہ کی نورانیت کی اشاعت فرمائیں۔

وہ مقدمات یعنی اصول و ضوابط جن پہ ملت حنیفیہ کی بنیاد قائم ہے، وہ ملت حنیفیہ کی تفصیلات معلوم کرنے سے پہلے مسلم اور مانے شدہ ہوں گے۔ اور وہ اشکال اور عملی صورتیں جو ملت حنیفیہ کے ماننے والوں میں متوارث طریقہ پہ چلی آرہی ہیں، وہ بھی بالکل مسلّم ہوں گی۔

اب ملت حنیفیہ کے امہات الاصول یعنی اہم اور بنیادی مقاصد جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت میں قصد کیا ہے۔ بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو ظاہر کردے۔ یہ مقاصد چند ہیں:

۱۔ ارتفاق ثانی کی اصلاح (ارتفاق ثانی سے مراد وہ روابط تعلقات یا ضرورتیں ہیں، جو ایک انسان کو دوسرے کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ یعنی معاملات و باہمی تعلقات کی اصلاح) کرنا

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ارتفاق عرب میں خاص طور پر پھیلا ہوا تھا۔ اور عرب کے علاوہ دوسرے ممالک اور لوگوں میں بھی یہ مشہور اور شائع ذائع تھا۔ لیکن اس ارتفاق میں کجی اور ٹیڑھاپن اور ظلم و زیادتی واقع ہوگئی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کجی اور ظلم کو اس ارتفاق سے دور کیا۔ اور آپ نے نجومیت (یعنی نجوم اور ستاروں سے قسمت معلوم کرنا اور ان کی تاثیر کے ساتھ انقلابات اور سعادت و شقاوت کو وابستہ سمجھنے کا اعتقاد جو اس وقت تمام دنیا میں اور خاص طور پر عرب میں پھیلا ہوا تھا) سے اعراض کرنے کی تجدید فرمائی۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ نجوم کسی کی قسمت یا بھلے بُرے میں مؤثر نہیں۔ بلکہ سب اختیار اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور اسی طرح آپ نے طبیعت (مادیت محضہ) سے اعراض کی تجدید فرمائی۔ یعنی جو لوگ اس کے قائل ہیں۔ کہ اس کائنات کا معاملہ محض طبیعت (نیچر) سے چلتا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی تصرف کرنے والی طاقت یا ہستی نہیں، بلکہ مادہ خود بخود انقلابات کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اور تغیرات اس کے اندر خود بخود واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اس مادیت پر یقین رکھنے والے لوگوں کے خیال باطل کا ابطال کیا، کیونکہ مادیین کا منتہائے نظر صرف طبعی ارتفاقات ہوتے ہیں۔ اور محض مادی نکتۂ نظر سے اپنا کمال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اقترابات (اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے اسباب) کیطرف ان کی توجہ قطعاً نہیں ہوتی۔ لہذا ایسے باطل اعتقاد سے اعراض کرنے کی آپ نے تجدید فرمائی۔ (چنانچہ اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول یہ ہے۔ کہ کاہن (غیب کی خبریں بتانے والا) اور نجومی (ستاروں سے لوگوں کی قسمت وابستہ کرنے والا) اور دھری (یعنی مادہ پرستوں) کی تصدیق نہ کی جائے ان کو سچا سمجھنے سے انسان دین اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کی طرف اور ان کے علوم کی طرف میلان نہ رکھا جائے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیت سے اعراض کرنے کی بھی تجدید فرمائی جو نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ اور نیکی بدی کو یزداں اور اہرمن دو خداؤں کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ اس عقیدۂ باطلہ والوں کی آپ نے تردید فرمائی۔

یہاں اس مقام پر چند امور حاصل ہوتے ہیں۔ جو اس ارتفاق ثانی کے لئے بمنزلہ ارکان کے ہوتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور کو اختیار کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ان کو اخذ کرنا ملت پر عمل کرنے کے مترادف ہوگا اور ان کو ترک کرنا ملت سے خروج کے برابر

ہوگا۔ اور کچھ امور ایسے بھی ہیں، جو صرف تکمیل وتحسین کا درجہ رکھتے ہیں، جن کو اصل بنیاد میں دخل نہیں۔ ایسے امور کو لے لینا بہتر ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اخذ کرنے کی ترغیب دی ہے، تاکید نہیں فرمائی۔

اور کچھ امور ایسے بھی ہیں جو اس ارتفاق کو باطل کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ اور ان کے ترک کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اور کچھ امور ایسے ہیں جو اس ارتفاق کو باطل کرنے والے امور کے لئے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اور راستہ کی طرح ہوتے ہیں۔ یا اس میں نقص پیدا کر دینے والے ہوتے ہیں، لہذا ایسے امور کو مکروہ اور ناپسندیدہ فرمایا ہے۔

اور کچھ امور ایسے ہیں جو ان خرابیوں سے خالی ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو جائز اور مباح قرار دیا اور ان مواد کیطرف نظر کرتے ہوئے جو فساد پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کا قلع قمع کیا ہے۔ اور مشاجرات اور اختلافات کی طرف بھی نظر کی ہے، جس سے لوگوں میں فساد و بگاڑ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے امور سے زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

۲۔۔۔ ان مقاصد میں سے ایک اصلاح رسوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رسوم کی ایسی اصلاح اور درستگی فرمائی ہے، جس سے وہ توجہ الی اللہ کی مؤید بن جائیں، نہ کہ اس کے مناقض و مخالف۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان رسومات کو اس طرح جاری کیا جائے کہ جمہور الناس (عوام) کے لئے یہ نافع ہوں۔ اور ان میں وسعت ہو، عوام کے لئے تنگی کا باعث نہ ہوں۔ رسومات میں صرف صالح رسومات کا وجود ہی قابل برداشت ہو سکتا ہے۔ رسومات فاسدہ جو لوگوں کے عقیدہ، عمل یا ارتفاق کو بگاڑنے والی ہوں۔ ایسی رسومات کا ترک کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔۔۔ اور ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے، کہ ارتفاق ثالث (نظام حکومت) ایسے طریقہ پر قائم کیا جائے، کہ ہر مظلوم کو جب بھی اس پر ظلم ہو تو اس کو اس کا پورا حق دلایا جائے۔ اور اس کا بدلہ مکمل طور پر لیا جائے۔ اور انسانوں کو فساد (قانون شکنی اور زیادتی) سے پوری طرح رد کا جائے۔ اور لوگوں کے درمیان مقدمات و تنازعات میں صحیح اور عادلانہ فیصلہ کیا جائے۔ اور ان مفسدین کے خلاف پوری جد وجہد صرف کی جائے، جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور مختلف قسم کی پارٹیاں اور جتھے بنا بنا کر لوگوں میں تشویش کا باعث بنتے ہیں۔ نیز شعائر اللہ اور دین کو پوری طرح ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ اور کفر و فسق کی تذلیل اور ان کے

ساتھ اہانت آمیز سلوک کرنا لازمی ہے۔ اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی انجام دینا اور علم کی نشر و اشاعت کرنا۔ اور لوگوں کے لئے وعظ و نصیحت کے سامان مہیا کرنا یہ سب اس حکومت کے فرائض میں داخل ہوں گے۔

۴۔۔۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ "دین حنیف" کو ارتفاق رائج کے طریق پر ظاہر و غالب کرنا یعنی بین الاقوامی (انٹرنیشنل) دستور پر اسطرح اسلام کو غالب کر دینا کہ کرۂ ارض پر کوئی ایسا آدمی یا فرد نہ ہو جس پر دین حنیف کا غلبہ نہ ہو، اور کوئی ایسا فرد نہ پایا جائے جس کے لئے دین حنیف کا مقابلہ کرنا ممکن ہو۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ گئی تو لوگ تین قسم ہو جائیں گے۔

ا۔ یا تو ایسے مومن و مطیع ہوں گے، جنہوں نے اپنے پروردگار کی ظاہر و باطن ہر طرح سے فرمانبرداری اختیار کر لی ہے۔ اور جنہوں نے "مذہب حنیفی" کو ظاہر و پوشیدہ ہر طرح سے اپنا لیا ہے۔

ب۔ یا ایسے ضعیف الایمان لوگ ہوں گے۔ جو بظاہر دین کے مطیع ہوں گے۔ اور اس کے حکم سے برگشتہ نہیں ہو سکیں گے۔ اگرچہ باطن میں اس پر پوری طرح یقین نہیں رکھتے ہوں گے۔

ج۔ یا پھر کافر ہوں گے۔ جو جزیہ دے کر اپنی آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کا غلبہ تو ان ہی خلفاء کو حاصل ہوگا جو ارتفاق رائج پر قائم ہوں گے۔ جن کو ایسا عمومی غلبہ حاصل ہوگا، جسطرح "اسکندر ذوالقرنین" کو حاصل تھا۔ اور اس پر مزید یہ بات بھی ہوگی، کہ ایسے خلفاء کا فرض ہوگا، کہ ان کا قصد دین کو عرصۂ دراز تک باقی رکھنا اور دین کے تسلط کو بالکل تر و تازہ حالت پر قائم و دائم رکھنا ہوگا۔ اور اس کے لئے کئی امور ضروری ہوں گے۔ ملل و مذاہب باطلہ کا ابطال۔ اور ان کو کالعدم قرار دینا اور ان میں غور و خوض سے منع کرنا۔ اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔ اور عام لوگوں کو اس سے شدت کے ساتھ روکنا۔

۵۔۔۔ اور ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ اس "مذہب حنیف" کو اختیار کرنا ہر اس شخص کے لئے واجب اور ضروری قرار دیا جائے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہو اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا قصد و ارادہ رکھتا ہو۔ اور اس سے موافقت اختیار کرنا چاہتا ہو۔

اور یہ اس لئے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کوئی شخص یہود و نصاریٰ میں سے دین حنیف پر اگر باقی بھی ہو اور اس نے اس دین میں کسی اور چیز کی آمیزش بھی نہ کی ہو اور نہ اس دین کو کسی باطل کے ساتھ ملایا ہو، تو اگرچہ ایسے شخص کے لئے دین محمدی میں داخل ہونا اور اس مذہب کو اختیار کرنا اس کے تکمیلی اور افتراقی نقطۂ نظر سے ضروری نہ ہوگا، لیکن پھر بھی اس شخص پر واجب اور

ضروری ہوگا کہ ایک دوسری وجہ سے اس دین میں داخل ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصد اور ارادہ یہ ہوا کہ "دینِ حنیف" کو اتفاق ادیع کے طریق پہ ظاہر و غالب کرے اور اسکی رضا اسی میں ہے۔ تو اب اس دین سے اعراض کرنا معصیت ہوگی، اور اس دین کی مخالفت ہوگی اور یہ موجب لعنت ہے۔ اور رحمتِ خداوندی سے بُعد اور دوری کا ذریعہ۔ علاوہ ازیں یہ احتمال (کہ کوئی یہودی یا نصرانی دینِ حنیف پہ قائم ہو) پایا بھی نہیں جاتا۔ محض ایک فرضی بات ہے۔ کیونکہ تمام ملل کے اندر فساد سرایت کر گیا ہے۔ اور ملل کی روایات بالکل بگڑ گئی ہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں کسی کے درمیان امتیاز کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی پسندیدگی اسی بات پر موقوف ہے۔ کہ "دینِ محمدی" کی اطاعت اور انقیاد اختیار کیا جائے۔ اور کھلے طور پر رسالتِ محمدیہ کا اقرار کیا جائے، بجز اس کے فلاح و نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

۶ —— ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ "دینِ حنیف" کی مخالفت کو قطعی طور پر برداشت نہ کیا جائے۔ اور اس کی مخالفت کی جڑ کاٹ دی جائے۔ تاکہ کوئی بد باطن شخص اس پر قادر نہ ہو، کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اسکی کتابیں اور اس کے دین کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی یا گستاخی کر سکے، نہ سنجیدگی سے اور نہ کھیل تماشہ کی شکل میں، یعنی ذاتِ الٰہی اور انبیاء علیہم السلام اور صحف سماویہ کی توہین کسی طرح برداشت نہ کی جائے۔

اور اسی طرح کسی شخص کو اتنی طاقت بھی حاصل نہ ہو کہ وہ قلب موضوع کر سکے۔ (یعنی دینِ حنیف کی کسی طے شدہ بات کو چھوڑ کر اس کے برخلاف کوئی دوسری بات اس کے قائم مقام جاری کر سکے مثلاً نیکی کی جگہ بدی اور حلال کی جگہ حرام کو جاری کر دے۔ اور اسی طرح کسی میں یہ طاقت بھی نہ ہو کہ وہ عکسِ مشروع کر سکے۔ (یعنی شریعت نے جو باتیں انسانیت کی بہتری کے لئے مقرر فرمائی ہیں، ان کے برعکس دوسری باتوں کو لوگوں کے سامنے پھیلانے کی کوشش کرے۔) اور اسی طرح کسی شخص کو بھی اس کی اجازت نہ دی جائے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا نام رکھ سکے جس میں اللہ تعالیٰ تنزیہ (پاکی و تقدس) کے خلاف کوئی بات پائی جائے۔ اور نہ کسی شخص میں یہ طاقت ہو، کہ وہ شرکیہ باتوں کو ایجاد کرے۔ اور ان کو لوگوں میں پھیلائے۔ اور نہ کوئی شخص ایسا ہو جو انقیادِ مقدس کا مالک بن بیٹھے۔ (یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کی بجائے اپنی اطاعت کو انسانوں کے لئے ضروری قرار دے۔) اور کسی وقت بھی شعائر اللہ کو مہمل نہ چھوڑا جائے بلکہ ان پر عمل اور ان کی تعظیم ہر وقت لازم اور ضروری ہو۔

اور ملتِ حنیفیہ کو کسی دوسری ملت کے ساتھ خلط ملط کرنے کا موقعہ بھی نہ دیا جائے۔

ملت حنیفیہ کا اپنی اصلی ہئیت پر قائم رہنا اور اس کا انقیاد اسی ہئیت پر ضروری ہے۔ بس یہ وہ امور ہیں کہ دین حنیفی کے ظہور و غلبہ نے ارتفاق رائع کے طریق پہ ان کو واجب اور لازم قرار دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ کا قصد و ارادہ اور اسکی رضاء و خوشنودی اسی میں منحصر ہے۔

ہ۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو احسان یعنی خدا پرستی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جائے، اور اسطرح کہ حجابات ثلاثہ (حجاب طبع، حجاب رسم، حجاب سوٗالمعرفت) کو توڑا جائے، اور سکینت اور اطمینان حاصل کرنے کے طریق پر احسان تک انسانوں کو پہنچایا جائے۔ اور ان امور کی ترغیب دی جائے اور ان پر برانگیختہ کیا جائے جو سکینت و اطمینان کے مقتضی ہوں امام ولی اللہؒ نے خود فرمایا ہے کہ وہ حجابات (پردے) جو انسان کو فطری حالت کے قریب ہونے سے روکتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

ا۔ حجاب طبع:۔ اس کا مقتضا یہ ہے کہ انسان جسم اور بدن کے تقاضوں کے پورا کرنے میں ہی منہمک رہتا ہے۔ کھانا، پینا، جماع، لباس جسمانی، آرام و آسائش وغیرہ، اور انسانی نفس اس کا ہی مطیع ہو جاتا ہے۔ اور اپنی فطری حالت کو فراموش کر دیتا ہے۔ بہرحال اس حجاب کو توڑنا ضروری ہے۔ طبیعت کو قابو میں لانے کے لئے معتدل قسم کی ریاضتیں، عبادات، نماز، روزہ، اعتکاف، کلام و گفتگو میں کمی، بیداری اور طرح طرح کے مختلف مشوش الوان کی طرف دیکھنے سے نگاہ کو روکنا اور طرح طرح کی پراگندہ باتیں سننے سے اپنے کانوں کو بچانا بھی ضروری ہوگا۔

ب۔ دوسرا حجاب رسم ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خاص وضع قطع سے مانوس ہو جاتا ہے، جو اس کی قوم یا وطن میں جاری ہو۔ اور اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لباس، گفتگو، کھانا پینا، نکاح کی رسومات وغیرہ تمام باتوں میں اسی وضع کا پابند ہوتا ہے۔ چاہے وہ وضع دین فطرت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس حجاب کو توڑنا بھی ضروری ہوگا۔ اور تمام ایسی رسومات جو فاسد ہوں ان کو ترک کرنا لازمی ہوگا۔ اور اُن کے بجائے صالح رسومات کو اختیار کرنا ضروری ہوگا۔

ج۔ تیسرا حجاب سوٗالمعرفت یا جہل باللہ ہے۔ اس کا مقتضا یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پہچانتا تو ہو لیکن صحیح طریقہ پر نہ پہچان سکے۔ اور یہ دو طرح ہوتا ہے۔ یا تو خدا کو انسانی صفات کے ساتھ متصف مانے۔ یا انسانوں میں خدا تعالیٰ کی صفات خاصہ ثابت کرے۔ بہرحال اس حجاب کا علاج اس طرح ہوگا۔ کہ ذہن کا تصفیہ کیا جائے۔ یعنی تمام آلودگیوں سے ذہن کو پاک صاف

کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت اور اس پہ مواظبت اختیار کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات و مصنوعات میں غور و فکر کیا جائے۔ اور مواعظ حسنہ کا سننا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی تلاوت کرنا۔ اور اس قسم کے امور سے اس حجاب کا علاج ہوگا۔

۸ـــ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو شر ثانی سے بچایا جائے اور یہ اس طرح کہ شیطان کے وسوسوں اور خیالات کی مخالفت کی جائے۔ اور ایسی وضع قطع اور شکل و صورت اختیار کرنے سے گریز کیا جائے جو شیطان کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو۔ اور ملائکہ کے الہام کے ساتھ موافقت اختیار کی جائے۔ اور ایسی ہیئت و شکل اختیار کرنا جو اس کے ساتھ مناسب ہوں۔ اور ان ہیئیات کو بعینہا معلوم کرلیا جائے۔ اور شیطان کے وسوسے اور الہامات کی صورتوں کو بھی خوب معلوم کرلیا جائے۔ اور شیطان کی دسیسہ کاریاں اور مکاریاں اور نفس کے مکائد کو بھی خوب معلوم کرلیا جائے۔ اور پھر ان سے خلاصی اور رہائی کا راستہ معلوم کیا جائے۔ نیز شعائر اللہ کی اشاعت اور ان کی تعظیم اختیار کی جائے۔ اور شرک کے شعائر کی تذلیل و توہین کی جائے۔ اور اسی طرح فسق و نفاق کے شعائر کی تذلیل و توہین کی جائے۔ اور ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ (دوسرے مقام پر امام ولی اللہؒ نے شرور ثلاثہ کی توضیح فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ شر ثانی کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ "شر ثانی یہ ہے کہ پورا ملک شیطان کا مطیع ہو جائے۔ یعنی شیطان کا اثر لوگوں پر غالب ہو جائے۔ اور ملکیت بالکل دب کر رہ جائے جب یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے غضب اور اسکی طرف سے لعنت کے نزول میں تاخیر نہیں ہوتی۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملنے کا ارادہ ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ گو صورۃً انسان ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت درندوں اور خنزیروں اور اس قسم کے جانوروں جیسی ہوتی ہے۔ اور ایسے اوقات و مواقع میں ایسے لوگوں میں دجالوں کا بکثرت ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ دجال ایسے ہوتے ہیں، کہ خالص شر ان پر غالب ہوتا ہے۔ ان کے جسم و روح دونوں شر میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ شر سے چھوٹ کر خیر کی طرف واپس پلٹ سکیں گے۔ یہ دجال برابر شیطانی حقیقت کے قریب ہوتے رہتے ہیں۔ اور بالآخر اس میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے شیطانی حقیقت میں فنا ہونے کی وجہ سے ان میں بسا اوقات خوارق عادت باتوں کا ظہور بھی ہوتا رہتا ہے۔ ایسے وقت میں زمین میں دھنسنا، شکلوں کا بگڑنا، پانی میں غرق ہونا، پتھروں کا برسنا، یا پھر ان لوگوں کا باہمی قتل و قتال کرتے کرتے

ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتارتے رہنا۔ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ یا پھر اُن پر سخت قسم کے لوگوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جو ان پر کسی طرح رحم نہیں کرتے۔ پھر خدا تعالےٰ کی مرضی اس طرح پوری ہو کر رہتی ہے۔ کہ ایسے لوگ لعنت و غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔ اور یہ سب الٰہی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور نوعِ انسانی کی اصلاح و درستگی کا تقاضہ ایسے وقت یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے لوگ ختم ہو جائیں۔ ان کی مثال اس وقت ایسی ہوتی ہے۔ جسطرح غائت درجہ کا گرم پانی جو قریب ہے کہ بھاپ میں تبدیل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کے شر کے مقابلہ میں جو حق نازل ہوتا ہے، وہ یا تو اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ڈرانے والے منذر کو ان میں بھیج دیتا، یا پھر کوئی خلیفہ عادل جو ان کے رؤسا و امراء کو فنا کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اور ان کو بہائم کی طرح مسخر کر دیتا ہے۔ اور ان کو چھوڑتا نہیں جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ یا جب تک وہ "نظامِ خیر" کے ساتھ موافقت نہ اختیار کر لیں۔ اگر یہ ممکن ہو تو نہ پھر ایسی سزا ان کو دی جاتی ہے۔ جس سے ان کے نظام کو درہم برہم کر دے اور خود ان کا استیصال کر کے رکھ دے۔

امام ولی اللہ نے شرِ اوّل کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اس سے مراد انسانوں کا افراط و تفریط کے ساتھ ایسے اخلاق سے متصف ہونا جو طبیعت انسانیہ اور فطرت کے خلاف ہوں۔ اور شرِ ثالث سے مراد یہ ہے کہ تمام نوعِ انسانی میں کوئی ایک شخص بھی اللہ اللہ کرنے والا یعنی خدا کو ماننے والا نہ رہ جائے سب کے انسان ظاہر و باطن میں درندوں اور خنزیروں کی طرح ہو جائیں یہ قربِ قیامت میں ہوگا جس کے بعد نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ اور قیامت برپا ہو جائیگی۔

۹۔۔۔ ان مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو عذابِ قبر، حشر اور دوزخ کے فتنہ سے بچایا جائے۔ اور یہ اس طرح ہوگا کہ وہ واقعات جو وہاں پیش آئیں گے ان کو معلوم کیا جائے۔ اور اُن کے اسباب بھی دریافت کئے جائیں۔ اور پھر لوگوں کو ان کے ارتکاب سے منع کیا جائے۔ اور زجر و توبیخ کی جائے۔

یہ اہم اور بنیادی مقاصد ہیں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے۔ اگر ان مقاصد کے اوصاف و معانی بالکل ظاہر و باضابطہ ہوں گے۔ تو ان کو علل بنایا جائے گا۔ اور احکام ان پر دائر ہوں گے۔ اور اگر یہ ظاہر نہ ہوں اور نہ باضابطہ ہوں تو پھر ان کے مواقع و لوازم کو طلب کیا جائے گا۔ اور ان کا ارتباط ان کے ساتھ ہوگا۔

★